Tauseeq, Volume. 4, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v4i2.60

Received: 30-10-2023
Accepted: 13-11-2023
Published: 31-12-2023

ادبی تحقیق کے لیے بیاضوں کی اہمیت

The Importance of Personal Diaries in Literary Research

ڈاکٹر عرفان پاشا *

محمد فاروق بیگ **

Abstract

Literary research is much like a subsidiary of documentary research. For research in classical literature, one must go for researching many sources. Personal Diaries are considered a very important source in this regard. The ample use of this source can make it better and more authentic. Especially in research on classical literature, the role of these Personal Diaries can't be denied. This article clarifies how and how much these Personal Diaries can help a researcher. Where the researcher loses his way, this source shows him the light to the right path and so his journey continues. Although the authenticity of these Personal Diaries is not much in the absence of more authentic sources there is no other way to get rid of it .The Personal Diaries of the poets are a very important source of old literature, especially its importance can't be denied as far as the classical Urdu poetry is concerned.

Keywords: Personal Diaries, Literary Research, Classical Poetry, Classical Poet, Language.

تحقیق کا عمل ایک خارزار میں ننگے پاؤں چلنے کے مترادف ہے جہاں قدم قدم پر نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسے میں اگر مآخذ کی فراہمی میں رکاوٹ پڑ جائے تو یہ عمل مزید مشکل ہو جاتا ہے۔کلاسیکی ادب پر تحقیق کے لیے بالخصوص بیاضوں کی اہمیت زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے۔بیاضیں اہل علم کی ذاتی ملکیت اور ان کے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ادبی محقق ان بیاضوں سے راہ نمائی حاصل کر کے اپنی تحقیق کو زیادہ موثر اور معتبر بناتا ہے۔

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو،یونیورسٹی آف ایجوکیشن،لاہور

** لیکچرار شعبہ اردو،رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی،فیصل آباد کیمپس

کچھ عرصہ پہلے تک علما و فضلا کے ساتھ ساتھ کم پڑھے لکھے لوگوں میں اپنی پسندیدہ تحریروں کو جمع کر کے ایک کاپی یا رجسٹر میں لکھنے کا رجحان عام تھا جسے بیاض کہا جاتا تھا۔ شعرا اور عام شائقین کی بیاضیں ان کے ادبی ذوق کی آئینہ دار ہی نہیں ہوتیں بلکہ آنے والے وقت میں اہم تحقیقی ماخذ کی حیثیت بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ بیاض کے لغوی معنی سفیدی، صاف، کورا، سادہ، بغیر لکھا، آنکھ کی سفیدی، آنکھ کی پتلی میں ہلکی سفیدی آجانے کی بیماری، رمل کی سولہ شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ اصطلاحاً بیاض سے مراد ہے

"سادہ لکھے ہوئے اوراق کی مجلد یا غیر مجلد کتاب جس میں چیدہ اشعار یا منتخب مضامین یا نسخے وغیرہ لکھے ہوں یا لکھیں (بیشتر چھوٹے سائز کی اور خصوصاً وہ جس کی حدبندی یا سلائی چوڑائی میں کی گئی ہو)

مری بیاض ہے قائم مشابہ خط ہند   زبس میں لکھ کے ہر اک بیت پر قلم کھینچا"[۱]

تحقیق کی اصطلاح میں بیاض سے مراد ایسی کتاب، دفتر، کاپی یا رجسٹر ہے جس میں شاعر یا دیگر باذوق افراد اپنا یا دوسرے شعرا کا کلام، نثری تحریروں کے منتخب ٹکڑے، بزرگانِ دین یا دوسرے دانش وروں کے اقوالِ زریں اور اسی قسم کی دیگر منتخب تحریریں جمع کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے:

"اگلے زمانے میں باذوق حضرات ایک بیاض رکھتے تھے جس میں دوسرے شعرا کے پسندیدہ اشعار لکھ لیتے تھے۔ ایسی ہی کچھ بیاضیں کتب خانوں میں محفوظ ہو گئی ہیں۔"[۲]

اور آج یہی بیاضیں قدیم ادب کا بیش قیمت ذخیرہ اور ادب پر تحقیق کا اہم ماخذ ہیں۔ بیاض میں کون سا یا کس قسم کا کلام یا باتیں درج کی جائیں اس پر کوئی قدغن نہیں۔ اس بات کا انحصار کلی طور پر صاحبِ بیاض کے حسنِ انتخاب پر ہے کہ وہ اس میں کس چیز کو جگہ دیتا ہے اور کس کو نہیں۔ یہ صاحبِ بیاض کی اپنی پسند و ناپسند اور ذوق پر تکیہ کرتی ہے۔ اسی طرح بیاض کے مندرجات ضروری نہیں کہ نہایت اعلیٰ پائے کے ہوں یا ان کا فکری اور فنی معیار بہت بلند ہو۔ بیاض میں بہ یک وقت اچھی اور بری تحریریں سما سکتی ہیں، صرف بیاض کے مرتب کو ان کا پسند آنا ضروری ہے۔ مرتب کو جو بھی چیز اچھی لگے گی یا پسند آئے گی چاہے وہ مستعمل تنقیدی حوالوں سے جس معیار پر بھی آتی ہو وہ اس کو اپنی بیاض میں جگہ دے گا۔ بیاض میں کسی قسم کی ترتیب بھی ضروری خیال نہیں کی جاتی تھی۔ مرتب کو جیسے جیسے مختلف اشعار ملتے ہیں وہ ان کو ویسے ویسے ہی اپنی بیاض کی زینت بناتا ہے۔ اس میں ضروری نہیں کہ ایک خاص موضوع کے تحت آنے والے اشعار ہی ایک حصے میں درج کیے جائیں، لیکن ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ چونکہ یہ صاحبِ بیاض کی ذاتی اور نجی کتاب ہے اس لیے اس کی ترتیب میں صرف اسی کا اختیار اور تصرف ہے۔ بیاض میں شعرا کے ادبی مرتبے کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہ ضروری نہیں شعرا کا کلام یا نثر نگاروں کی تخلیقات اور فن پارے ان کے تخلیق کاروں کے ادبی قد کاٹھ کے مطابق ترتیب دیے جائیں۔ اس میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ غیر معروف یا غیر اہم تخلیق

کاروں کا کلام پہلے آجائے اور بڑے اور معروف تخلیق کاروں کو بعد میں جگہ ملے، یا اس کے برعکس صورت حال بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چھوٹے شعرا کے جمگھٹے میں ایک آدھ بڑا شاعر ڈال دیا جائے یا بڑے شعرا کے مجمعے میں کسی چھوٹے اور غیر معروف شاعر کو بٹھا دیا جائے۔۳؎

متاخرین کی لکھی ہوئی بیاضوں میں البتہ فن بیاض نگاری میں کچھ بہتری آئی ہے جس کے زیر اثر کئی بیاضوں میں مختلف طرح کی ترتیب کا بھی خیال رکھا گیا۔ کچھ بیاضیں، مضامین و مطالب کے اعتبار سے جمع کی جاتی رہیں۔ ان کی مدد سے مختلف مصنفین کے لیے فوری طور پر کسی ایک موضوع یا مضمون پر بڑے لوگوں کی تحریروں سے منتخب حوالے حاصل کرنا آسان ہوتا ہے۔ اس لیے ان بیاضوں کی پڑھے لکھے حلقوں میں اور خاص طور پر لکھنے والوں کے لیے بہت اہمیت ہوتی ہے۔ کچھ بیاضوں کو تاریخی تسلسل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا جاتا ہے۔ ان میں مختلف شعرا اور نثر نگاروں کا کام زمانی ترتیب کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ ایسی بیاضیں عموماً شاعروں کی ذاتی بیاضیں ہوتی ہیں۔ ان میں وہ اپنی تخلیقات کے ساتھ ان کی تاریخ تخلیق بھی لکھ دیتے ہیں۔ بعد میں ان کا دیوان مرتب کرنے والے مدون کو ان تاریخوں سے بڑی مدد ملتی ہے ان کی مدد سے ہی وہ شاعر کی شاعری اور اس کے فکر و فن کے ارتقا کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان سے ہی ان کی شاعری کے ادوار متعین ہوتے ہیں۔

بیاضوں کی ایک قسم حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھ کر مرتب کی جاتی ہے۔ ایسی بیاضیں عام طور پر طلبا اور ان شائقین کے پاس ہوتی ہیں جن کو بیت بازی سے دلچسپی ہوتی ہے اور وہ سکول کالج یا عام بیت بازی کے مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ وہ ہر حرف ہجا کی ذیل میں اس حرف سے شروع ہونے والے اشعار کی ایک مناسب تعداد لکھ لیتے ہیں اور بیت بازی کی تیاری کے لیے یا ضرورت پڑنے پر اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح شاعروں کے ناموں کو تہجی ترتیب سے لکھ کر اور ساتھ میں ان کا کلام بھی درج کر کے بیاضیں مرتب کی جاتی ہیں۔ ان کی مدد سے مختلف شعرا کے کلام کو بطور حوالہ تلاش کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ کچھ بیاضیں چند ایک شعرا کے کلام پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔ ان میں صاحب بیاض اپنے دوستوں یا ہم عصروں کا کلام جمع کرتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بیاض میں کوئی صاحب ذوق چند کلاسیکی شعرا کا کلام اپنی پسند کے لحاظ سے اکٹھا کر لے اور اپنی ضرورت اور طبیعت کے مطابق اس سے اپنی زندگی میں حظ اور فائدہ اٹھائے۔ بیاض کی کوئی واضح حدود یا کوئی خاص معیارات (Parameters) بھی مقرر نہیں ہیں۔ ان کا تعلق سراسر صاحب بیاض کے ذوق سے ہے۔ بیاض کی ترتیب صاحب بیاض کی پسند و ناپسند، اس کے مزاج، افتادِ طبع اور اس کی ترجیحات کے تابع ہوتی ہے۔ صاحب بیاض کا جو بھی مزاج ہوگا ے ا وہ جس بھی کیفیت سے گزر رہا ہو گا وہ اس کی بیاض کی ترتیب میں منعکس ہو گی۔ یعنی بیاض، صاحب بیاض کو بھی سمجھنے میں مددگار کے طور پر اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے کہ:

"بیاضوں میں ہر قسم اور ہر دور کے شاعر کا کلام شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس شاعر کا کلام بھی شامل کیا جا سکتا ہے جس نے تخلص بھی اختیار نہ کیا ہو اور کبھی کبھار تفنن طبع کے لیے چند اشعار کہے ہوں۔ جب کہ تذکرہ میں صرف اس دور یا زمانی دائرے کے باقاعدہ شاعروں کا کلام و حالات شامل کیے جا سکتے ہیں۔ جس کے لیے تذکرہ لکھا جا رہا ہے۔"۴

ادبی تحقیق نگاری میں بیاضیں بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ادبی محقق کو خاص طور پر ان پرانے شاعروں اور ادیبوں کے حوالے سے ان بیاضوں سے رجوع کرنا پڑتا ہے جن کے دور میں کتابیں شائع کرنے کا رواج نہیں تھا۔ ان کا زیادہ تر کلام اسی طرح بیاضوں میں بکھرا پڑا ہے۔ آج کل تو کسی بھی شاعر یا ادیب کی کتاب چھپتی ہے تو وہ اسی وقت ملک بھر میں بلکہ سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا کے کئی گوشوں میں پہنچ جاتی ہے، مگر پرانے زمانے میں صورت حال ایسی نہ تھی۔ قلمی کتابیں ہوتی تھیں، وہ بھی بہت کم لکھی جاتی تھیں اس لیے شعرا کے دواوین اور دوسری کتابیں بھی بہت کم منظر عام پر آتی تھیں۔ یہ نسخے بھی زیادہ تر وہاں ہوتے تھے جہاں کا شاعر ہوتا تھا۔ اس طرح ان کا زیادہ تر کلام خطوط یا نقول کی صورت میں دوسرے علاقوں میں پہنچتا تھا اور مختلف لوگوں کی بیاضوں میں جگہ پاتا تھا۔ اس طرح ان بیاضوں سے شعرا کے مدون کلام کی صحت جانچنے کے لیے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ ادبی تحقیق نگاری میں بیاضوں کی کلیدی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں:

"بیاضوں کی اہمیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ غیر معروف شعرا کے کلام کا ماخذ یہی مجموعے ہیں۔ عام طور پر محض مشہور شعرا کا کلام مدون ہو جاتا ہے اور وہی نسلاً بعد نسل نقل ہوتا رہتا ہے۔ اگر غیر معروف شعرا کا کلام ایک آدھ بار نقل بھی ہوا تو وہ گوشہ گم نامی میں ایسا جا پڑتا ہے کہ اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ بیاضوں ہی کی بدولت ایسے شاعر زندہ رہتے ہیں"۵

ادبی تحقیق نگاری میں کم معروف شعرا کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان شعرا کی اپنی ایک خاص اہمیت ہے۔ اس حوالے سے راقم سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر ظفر اقبال نے کہا تھا کہ:

" قائمؔ کی غزل میرؔ کے ٹکر کی غزل ہے۔ یہ بات 1960ء کے بعد پتہ چلی جب قائم کا دیوان مرتب ہو کر سامنے آیا۔ تاریخ میں قائم صرف اپنے تذکرے "مخزن نکات" کی وجہ سے موجود تھا۔ اگر "مخزن نکات " نہ ہوتا تو قائمؔ تاریخ سے بالکل غائب ہو جاتا۔ ایسے ہی اس عہد کے دوسرے شعرا جیسے شاہ قدرت اللہ قاسم اور احسن اللہ خاں بیانؔ مضبوط شعرا تھے۔ آن دونوں کا دیوان مرتب ہوا تو پتا چلا کہ یہ تو قابل ذکر شعرا ہیں۔ یہ ہمارے ادب کے دو تاریخی ذرائع ہیں۔"۶

محقق ادب اپنے تجزیے میں چھوٹے بڑے تمام شاعروں کو شامل کرتا ہے اور اس کے بعد کسی دور کی خصوصیات سامنے لاتا ہے۔اس میں بڑے لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے لکھنے والوں کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ان چھوٹے لکھنے والوں کے بارے میں معلومات عام طور پر ان بیاضوں ہی سے ملتی ہیں۔ادبی محقق ان بیاضوں سے بے نے ازرہ کر ادبی تحقیق کا کام کما حقہ، نہیں کر سکتا بلکہ اس کے بغیر ادبی تاریخ ہی مرتب نہیں ہو سکتی۔اس سلسلے میں ڈاکٹر نذیر احمد کا کہنا ہے کہ:

"جب تک زبان کی ساری بیاضوں سے غیر معروف شعرا کا کام یک جا نہیں کر لیا جاتا اس وقت تک زبان کی ادبی تاریخ نامکمل اور ناقص رہتی ہے۔"۷

زبان وادب کی تحقیق کے لیے ادب کی رفتا اور اس کے صحیح ارتقا اور اس ارتقا میں حصہ لینے والے شاعروں، ادیبوں اور دیگر لکھنے والوں کی ادبی خدمات کا اندازہ ان بیاضوں کو ٹٹولنے کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔کسی عہد میں کوئی ایک یا چند بڑی ادبی شخصیات ہی زبان وادب کے فروغ میں اپنا کردار ادا نہیں کرتیں۔ان کے ساتھ اس عہد میں لکھنے والوں کی ایک پوری فوج ظفر موج ہوتی ہے۔یہ اس دور کی ادبی، فکری، سماجی اور لسانی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ولی دکنی کے دور میں صرف ولی ہی تو شاعری نہیں کرتے تھے:ان کے ساتھ اور بھی بہت سے شاعر اور ادیب ادب تخلیق کر رہے تھے۔المیہ یہ ہے کہ ذکر ہمیشہ صرف بڑے لوگوں کا کیا جاتا ہے اور چھوٹے لوگوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ادبی تاریخ کے ادوار متعین کرتے ہوئے بھی یہی انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ادوار بھی بڑے لکھاریوں کے نام معنون کر دیے جاتے ہیں جیسے میر کا دور، غالب کا دور وغیرہ۔ وسیع پیمانے پر مطالعہ بھی بڑے لکھنے والوں کا کیا جاتا ہے اور وہ ٹریڈ مارک (Trade Mark) کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔لیکن چھوٹے لکھنے والے جو در حقیقت بڑے لکھاریوں کو اس مقام پر پہنچانے والے ہوتے ہیں، وہ قعرِ گمنامی میں چلے جاتے ہیں۔کچھ عرصہ گزرنے کے بعد کوئی ان کے نام سے بھی واقف نہیں رہتا۔۸

ادبی محقق تاریخ اور ادب کے صفحات کھنگال کر ان کی بازیافت کرتا ہے اور ان کا مقام و مرتبہ از سرِ نو متعین کرتا ہے۔وہ ان بھولے بسرے لکھنے والوں کو ایک مرتبہ پھر عوام سے روشناس کرواتا ہے اور ان کے تخلیق کردہ ادب سے ان کے عہد کے حوالے سے بہت سی لسانی، سماجی، ادبی اور فکری معلومات حاصل کرتا ہے اور یہ کلام سوائے بیاضوں کے اور کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔جیسے سخاوت مرزا نے کسی قلمی بیاض سے حسن شوقی کی تین غزلیں تلاش کر کے چھپوا دیں۔اس کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی نے متعدد بیاضوں کی ورق گردانی کے بعد حسن شوقی کی تیس غزلیں، ایک مثنوی "فتح نامہ نظام شاہ" اور "میزبانی نامہ سلطان محمد عادل شاہ" وغیرہ جمع کر کے ان کا مجموعہ "دیوان حسن شوقی" کے نام سے شائع کر دیا ہے اس طرح صدیوں کے بعد لوگ ایک بار پھر حسن شوقی سے متعارف ہوئے۔اسی طرح دکنی شاعر

محمودؔ کی چند غزلیں مشتاقؔ، خیالیؔ اور فیروزؔ کا کلام بھی بیاضوں ہی سے دستیاب ہو سکا ہے۔ اگرچہ یہ بیاضیں مکمل طور پر معتبر نہیں سمجھی جاتیں

اور ان کو نسبتاً کم معتبر ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اس ضمن میں علی جواد زیدی یوں رقم طراز ہیں:

"جو مسالہ چھٹ پھٹ، ادھر اُدھر بیاضوں میں۔۔۔ ملتا ہے وہ پایۂ اعتبار سے بالکل ہی ساقط تو نہیں لیکن شک وشبہ سے بالاتر نہیں۔"۹

اس کے باوجود ان بیاضوں کو مکمل طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سے حاصل ہونے والا مواد بہر حال ادبی تحقیق کے ارتقا کی اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس زمانے کی ادبی فضا کو پیش کرنے کے لیے ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، طپشؔ کی بیاض کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بیاض طپش بھی ان کی تالیف ہے جو طپش اور اس دور کے حالات کے سلسلے میں ایک قابل ذکر ماخذ ہے"۱۰ صرف یہی بیاضیں اس عہد کی اور خاص طور پر صاحب بیاض کی داخلی زندگی کی سب سے جامع اور مستند تصویر پیش کرتی ہیں۔ اس لیے ان پر جتنے بھی اعتراض کیے جائیں تسلیم، مگر ان کے وجود کی تاریخی اہمیت اور ان کے بطور ماخذ وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی محقق ادب ان بیاضوں سے التفات کیے بغیر تحقیق کے کام کو آگے بڑھا سکتا ہے نہ ادبی مورخ ایک وقیع تاریخ لکھ سکتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند اس حوالے سے "تحقیق کا فن" میں لکھتے ہیں کہ "اگر ان (بیاضوں) کو ماننے سے انکار کر دیا جائے تو اردو شاعری کی تاریخ سے ان سب شعرا کو ساقط کر دینا ہو گا"۱۱

"بیاضوں۔۔۔ میں جو کچھ ملتا ہے اسے بیک جنبش قلم مسترد کرنا درست نہیں ہے۔۔۔ بیاض کے جامع نے اوروں سے روایت سنی ہو، اس میں کچھ اختلاف متن ہو، کچھ حافظے کی خطا ہو، کچھ "اصلاح بندہ" ہو، اس کے باوجود اس کا امکان ہے کہ وہ حقیقت کے قریب تر ہو، مماثلت عین حقیقت نہیں لیکن جب تک یہ مماثلت، استرداد کے لائق قرار نہ دی جائے اس کو مٹنے نہ دینا چاہیے"۱۲

اس کا مطلب یہ ہے کہ اردو زبان وادب کا مطالعہ مکمل اسی وقت ہو گا اور اس پر ایک جامع تحقیق اسی وقت ممکن ہو گی جب قدیم بیاضوں سے ان شعرا کو نکال کر ان سے موانست کی جائے گی اور ان کو ایک بار پھر لوگوں سے روشناس کروایا جائے گا۔ اردو ادب کی تحقیق میں ان بیاضوں کی شمولیت بہت ضروری ہے کیونکہ ان سے اس عہد کی معاشرت، ادبی فکر، رسم الخط اور انداز تحریر سے شناسائی ہوتی ہے جس عہد میں یہ بیاضیں مرتب کی گئی ہوں۔ ڈاکٹر گیان چند کہتے ہیں کہ اگر "بیاضوں کو حرف غلط قرار دیا جائے تو آئندہ کے لیے قدیم اردو ادب میں ایک نظم، ایک نثری سطر کا اضافہ ممکن نہ رہے گا"۱۳

بیاضیں نجی ملکیت ہوتی ہیں اور مختلف بزرگوں کی بیاضیں ان اخلاف کے پاس بہ طور تبرک پڑی رہتی ہیں۔ایسی ناجانے کتنی بیاضیں ابھی اسی طرح پردہ ظہور سے غائب ہیں۔یہ بیاضیں ذاتی کتب خانوں کی زینت ہیں۔جب وہ منظر عام پر آئیں گی تو معلوم نہیں کون کون سی ادبی گرہیں کھل سکیں گی۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے بڑی جانفشانی سے مختلف لوگوں، مزاروں، ادبی جانشینوں، گدی نشینوں اور علمی اکابرین سے ان کے اسلاف کی قلمی کتب اور مخطوطات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر کے انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں رکھا ہے۔اس میں دیگر مخطوطات کے ساتھ ساتھ تقریباً64 بیاضیں بھی موجود ہیں۔انجمن ترقی اردو کا کتب خانہ خاص اب کراچی کے قومی عجائب گھر کو دے دیا گیا ہے اس لیے یہ بیاضیں بھی وہاں چلی گئی ہیں اور اب قومی عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔اس کے علاوہ قومی عجائب گھر کراچی کے پاس اپنا بھی قلمی نسخوں کا ایک معتدبہ ذخیرہ ہے جس میں 37 بیاضیں بھی شامل ہیں۔ان کا تذکرہ اور مختصر تعارف ڈاکٹر ظفر اقبال نے اپنی کتاب "فہرست مخطوطات اردو، قومی عجائب گھر پاکستان، کراچی" میں صفحہ 292 تا صفحہ 321 پر پیش کیا ہے ۱۴۔ اس کے علاوہ پاکستان اور بھارت کے تقریباً سبھی قدیم اور بڑے کتب خانوں اور لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں بہت سی قلمی بیاضیں محفوظ ہیں۔بی بی سی نے رضا علی عابدی کے ساتھ برصغیر کی لائبریریوں پر ایک پروگرام "کتب خانہ" پیش کیا تھا جس میں انہوں نے دوردراز علاقوں میں سرکاری اور نجی کتب خانوں میں بہت سے اہم مسودات اور بیاضوں کا کھوج لگایا جن کی تفصیل ان کی کتاب "کتب خانہ" میں موجود ہے۔

بیاضوں کی دریافت سے بعض اوقات ایسی ایسی باتیں منکشف ہوتی ہیں جو ادبی طور پر پہلے سے مسلمہ تحقیقی نتائج کو مسترد یا یکسر تبدیل کر دیتی ہیں۔مثلاً میر انیس کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ وہ مرثیے کے شاعر ہیں لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک بیاض سے ان کی ایک غزل ڈھونڈ نکالی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غزلیں بھی لکھتے رہے ہوں گے۔ان کی نئے سرے سے قدر متعین کرنا پڑتی ہے۔ جیسے جیسے قدیم ادبی بیاضیں منظر عام پر آرہی ہیں اردو ادب کی تحقیق نئے سنگ میل عبور کر رہی ہے۔ان بیاضوں میں قدین ترین ادب کا ایسا سرمایہ محفوظ ہے جس تک عام آدمی کی نگاہ نہیں پہنچتی یا ان تک عام آدمی کی ابھی تک رسائی نہیں ہو سکی ہے۔یہ محقق ادب کا منصب ہے کہ وہ ان بیاضوں کے بند دریچے کھولے اور اس قدیم ترین ادبی سرمائے کو سامنے لائے۔ان بیاضوں سے نہایت قیمتی اور اہم مگر قعر گمنامی میں پڑی ادبی تصنیفات اور تخلیقات کا ظہور نو ہوتا ہے۔ابھی تک ہماری ادبی تحقیق نگاری میں بیاضوں کو پورے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔بہت سی بیاضیں مختلف ذاتی اور اداروں کے کتب خانوں میں پڑی ہوئی ہیں۔نہ ان تک رسائی آسان ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں زیادہ لوگوں کو معلوم ہے۔اگر ان کو کماحقہ، استعمال کیا جائے تو اردو کی ادبی تاریخ اور تحقیق زیادہ وقیع ہو سکتی ہیں۔۱۵

ڈاکٹر وحید قریشی کا کہنا ہے کہ:

"ادبی تاریخ نگاری میں ابھی تک بیاضوں کو استعمال نہیں کیا گیا۔پنجاب یونی ورسٹی میں سولہ بیاضیں

پڑی ہیں مگر ان کو کبھی کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔"۱۶

جس طرح ادبی تاریخ اور تحقیق کا ایک بنیادی ماخذ شعرا کے تذکرے ہیں اور ہر ادبی محقق اور ادب کا مورخ تذکروں کی اساس پر تاریخ ادب کی عمارت کھڑی کرتا ہے اسی طرح تذکروں کے لیے بنیادی ماخذ بیاضیں ہوتی ہیں اور ہر تذکرہ نگار اپنے تذکرے کی بنیاد اپنی یا اپنے اسلاف اور دوستوں وغیرہ کی بیاضوں پر رکھتا ہے۔ ہر تذکرہ نگار کے پاس تذکرے کا ابتدائی کام بیاض ہی کی شکل میں ہوتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کر کے تذکرے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تقریباً تمام تذکرے بیاضوں کی جدید اور ترقی یافتہ صورت ہیں اور ہر تذکرہ نگار مواد کے حصول کے لیے بیاضوں کی طرف بھی رجوع کرتا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی، میرؔ کے تذکرے "نکات الشعرا" کے ماخذ کی حیثیت سے "بیاض عزلت" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "اسی زمانے میں میرؔ نے دکن و گجرات کے شعرا کا ذکر "بیاض عزلتؔ" سے استفادہ کر کے اپنے تذکرے میں درج کیا۔"۱۷

آگے چل کر اسی بیاض کے بارے میں بتاتے ہیں کہ میرؔ اور قائمؔ دونوں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "بیاض عزلت" سے میرؔ اور قائمؔ دونوں نے استفادہ کر کے میر میراں بھیدؔ اور میر عبداللہ تجردؔ کے ایک سے اشعار اپنے اپنے تذکروں میں دیے"۱۸

ان بیاضوں پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے اور کیا جاتا ہے کہ ان میں شاعروں کے حالات بہت کم دیے گئے ہیں اور انتخاب کلام بھی یا تو مناسب مقدار میں نہیں یا پھر اتنا سطحی اور یک رخا ہے کہ اس سے اس شاعر کے جوہر کھلتے ہیں اور نہ ہی اس تہذیب و ثقافت کا ادراک ہوتا ہے اور اتنی محدود معلومات سے محقق کو بہت کم مدد ملتی ہے۔ یہ اعتراضات ایک حد تک بجا ہیں لیکن اگر اس معاملے پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک دور کی مختلف بیاضوں کی کئی یک رخی تصویروں کو ملا کر ایک مکمل تصویر بنائی جا سکتی ہے۔ کسی ایک صنف ادب کے بارے میں مختلف ادوار اور مولفین کی بیاضوں سے اس صنف کے ارتقا کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ مرثیے کے بارے میں بیاض مراثی مملوکہ مسعود حسن رضوی ادیب اور بیاض مراثی مرتبہ افسر صدیقی امروہوی کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے:

> "اگر ان دونوں بیاضوں کو ایک ساتھ پڑھا جائے تو شمال اور دکن کے مرثیوں کے رنگ و روپ، زبان و بیان کی صورت اور نوعیت سامنے آجاتی ہے۔"۱۹

اپنی تمام ترخوبیوں اور خامیوں کے باوجود یہ بیاضیں ادبی تحقیق لکھنے اور خاص طور پر کلاسیکی ادب کو سمجھنے اور اس کا مقام و مرتبہ متعین کرنے کے لیے ایک انتہائی اہم ماخذ ہیں۔ بیاضیں عام طور پر غیر مطبوعہ ہیں اور مختلف ذخیروں میں پڑی ہیں ان تک پہنچ کر ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

****

حوالہ جات

۱۔اردو لغت، جلد پنجم؛(کراچی :ترقی اردو بورڈ,1973)ص66

۲۔گیان چند،ڈاکٹر؛ تحقیق کا فن(دہلی؛ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس؛2005)ص141

۳۔عرفان پاشا؛ادبی تاریخ کے ماخذات (لاہور:اظہار سنز)ص37

۴۔جمیل جالبی،ڈاکٹر؛تاریخ ادب اردو جلد سوم(لاہور: مجلس ترقی ادب؛2006)ص198

۵۔سلطانہ بخش،ڈاکٹر،مرتب؛اردو میں اصول تحقیق(جلد اول)،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان؛1986)ص324

۶۔ڈاکٹر ظفر اقبال سے راقم کی گفتگو، مورخہ ۵ فروری ۲۰۰۸، کراچی

۷۔سلطانہ بخش،ڈاکٹر،مرتب؛اردو میں اصول تحقیق(جلد اول)،(اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان؛1986)ص324

۸۔عرفان پاشا؛ادبی تاریخ کے ماخذات(لاہور اظہار سنز)ص40

۹۔علی جواد زیدی؛تاریخ ادب کی تدوین(لکھنو:نصرت پبلشرز1983، طبع دوم)ص72

۱۰۔جمیل جالبی،ڈاکٹر؛تاریخ ادب اردو(جلد دوم)،(لاہور: مجلس ترقی ادب؛2005، طبع چہارم)ص1004

۱۱۔گیان چند،ڈاکٹر؛ تحقیق کا فن(دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،2005)ص141

۱۲۔علی جواد زیدی؛تاریخ ادب کی تدوین(لکھنو:نصرت پبلشرز1983ء، طبع دوم)ص70-71

۱۳۔گیان چند،ڈاکٹر؛ تحقیقی کا فن(دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،2005)ص146

۱۴۔ظفر اقبال،ڈاکٹر؛فہرست مخطوطات اردو، قومی عجاب گھر پاکستان، کراچی(کراچی:ادارہ ادبیات پاکستان)ص292تا321

۱۵۔عرفان پاشا؛ادبی تاریخ کے ماخذات(لاہور: اظہار سنز)ص41-42

۱۶۔ڈاکٹر وحید قریشی سے راقم کی گفتگو،10اپریل2008ء،لاہور

۱۷۔جمیل جالبی،ڈاکٹر؛تاریخ ادب اردو(جلد دوم)،(لاہور: مجلس ترقی ادب،2005، طبع چہارم)ص326

۱۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر؛ تاریخ ادب اردو (جلد دوم)، (لاہور؛ مجلس ترقی ادب، 2005، طبع چہارم) ص773

۱۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر؛ تاریخ ادب اردو (جلد دوم)، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2005، طبع چہارم) ص68-69

References

1. *Urdu Lughat*, Vol.5, (Karachi: Tarraqi-e-Urdu Board, 1973) p. 66
2. Gian Chand, Dr.: *Tahqeeq Ka Funn* (Delhi: Educational Publishing House, 2005) p. 141
3. Irfan Pasha: *Adbi Tareekh Kay Makhzat* (Lahore: Izhar Sons, 2015) p.37
4. Jameel Jalbi, Dr.: *Tareekh-e-Adab-e-Urdu*, Vol. 3(Lahore: Majlis Tarraqi-e-Adab, 2006) p. 198
5. Sltana Bux, Dr. (Compiler): *Urdu Mein Usul-e-Tahqeeq*, Vol. 1(Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 1986) p.324
6. Zafar Iqbal by Irfan Pasha (Interview): February 5, 2008. Karachi
7. Sltana Bux, Dr. (Compiler): *Urdu Mein Usul-e-Tahqeeq*, Vol. 1. p. 324
8. Irfan Pasha: *Adbi Tareekh Kay Makhzat*, p. 40
9. Ali Jawwad Zaidi: *Tareekh Adab ki Tadween* (Lucknow: Nusrat Publishers, 1983), 2nd Ed. p. 72
10. Jameel Jalbi, Dr.: *Tareekh-e-Adab-e-Urdu*, Vol. 2(Lahore: Majlis Tarraqi-e-Adab, 2005) 4th Ed. p. 1004
11. Gian Chand, Dr.: *Tahqeeq Ka Funn*. p. 141
12. Ali Jawwad Zaidi: *Tareekh Adab ki Tadween*, p. 70-71
13. Gian Chand, Dr.: *Tahqeeq Ka Funn*. p. 146
14. Zafar Iqbal, Dr.: *Fehrist Makhtootat-e-Urdu, Qaumi Ajaib Ghar Pakistan, Karachi* (Karachi: Idara Adbiat-e-Pakistan) p. 292-321
15. Irfan Pasha: *Adbi Tareekh Kay Makhzat*, p. 41-42
16. Dr Waheed Qureshi by Irfan Pasha (Interview), April 10th, 2008, Lahore
17. Jameel Jalbi, Dr.: *Tareekh-e-Adab-e-Urdu*, Vol. 2, p. 326
18. Ibid. p. 773
19. Ibid. p. 68-69